توہین رسالت کی سزا

(جمیل احمد بٹ۔ کراچی)

پنجاب کی ایک پانچ بچوں کی 45 سالہ دیہاتی عیسائی عورت آسیہ بی بی کو قانون توہین رسالت کے تحت ایک مقدمہ میں سوا سال نظر بندی کے بعد شیخوپورہ کی ایک ماتحت عدالت کے سزائے موت کے حالیہ فیصلے نے ایک بار پھر اس معاملہ کو میڈیا کا موضوع بنا دیا ہے۔ اس قانون کے حامیوں کی رائے ہے کہ اسلام میں اس جرم کی یہی سزا ہے۔ اس لئے اس پر کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکتا اور اس قانون کو چھیڑنے والوں کے لئے اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ دوسری طرف وہ سب انسان دوست جو مذہب کے نام پر تشدد کے خاتمے کے حامی ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اس قانون کو ختم کیا جائے اور جس طرح 1986ء سے قبل کی چار دہائیوں میں پاکستان میں ناموس رسالت کی حفاظت ہوئی اور بیشتر اسلامی ممالک میں ہمیشہ سے بلا کسی قانون کے ناموس رسالت کی حفاظت ہو رہی ہے اور آئندہ بھی اسی طرح ہوتی رہے۔ یا ابتدائی طور پر کم از کم اس قانون پر عمل درآمد کا طریق ایسا بنا دیا جائے جس سے ذاتی مفادات کے تحت ایسی الزام تراشیوں کا راستہ رک جائے اور بے گناہ لوگوں کو جیلوں میں بند رہنے اور قانونی طور پر یا ماورائے قانون قتل ہونے سے روکا جا سکے۔

دیگر مذاہب میں Blasphemy کا تصور

Blasphemy کا لفظ اپنی اصل کے اعتبار سے جن دو یونانی الفاظ سے مل کر بنا ہے ان کے انگریزی میں علیحدہ معنی To Injure (نقصان پہنچانا) اور Reputation (شہرت) ہیں۔ مذہبی طور پر یہودیت میں اس کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ کے خلاف ہرزہ گوئی پر ہوتا ہے اور اس کی سزا سنگسار کیا جانا ہے۔ چنانچہ تورات میں لکھا ہے:

And he that blasphemeth, the name of Lord, he shall surely be put to death and all the congregation shall certainly stone him. *(Lev 24:16)*

اور خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے۔ (احبار 16:24)

عیسائیت میں یہودیت کی مانند انسان کی توہین جرم نہ سمجھی گئی تاہم خدا کے علاوہ روح القدس کی توہین کو بھی قابل سزا جرم قرار دیا گیا۔ چنانچہ انجیل میں لکھا ہے:

''اور جو کوئی ابن آدم کے خلاف کوئی بات کہے اس کو معاف کیا جائے گا لیکن جو روح القدس کے حق میں کفر بکے blaphsemeth against the Holy Ghost اس کو معاف نہ کیا جائے گا۔ ''(لوقا 10:12)

البتہ قبل از اسلام مذاہب میں صرف ہندومت میں انسان کی توہین کو سزائے موت کا مستحق گردانا گیا جیسا کہ وید میں لکھا ہے:

''اگر ایک شودر ارادتاً کسی پنڈت کی توہین کرے تو بادشاہ کو چاہیئے کہ اسے مختلف جسمانی سزائیں بلکہ موت کی سزا دے کر عبرت کا نشان بنا دے''۔ (منو سمرتی 248:9)

قرآنی تعلیم۔ سب کی عزت واحترام

Blasphemy کے بالمقابل عربی زبان میں زیادہ عام افعال سَبَّ اور شَتَمَ ہیں۔ شَتَمَ قرآن کریم میں بالکل استعمال نہیں ہوا اور سَبَّ صرف ایک بار اور وہ بھی اس نصیحت کے لئے کہ مشرکوں کے بتوں کو برا نہ کہو۔ (الانعام :109) تاہم قرآن کریم رہتی دنیا تک رہنے والا قانون ہے اس لئے اس میں اس معاملہ کے درج ذیل ہر پہلو کا ذکر ہے اور اس کے بارے میں رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

اول: افراد کا ایک دوسرے سے سلوک۔

دوم: معزز اور بزرگ خدائی فرستادوں کی توہین کا معاملہ۔

سوم: خدا کی توہین۔

اس میں شق اوّل صاف اور واضح ہے۔ قرآن کریم میں سچائی، سچی گواہی، ایثار، تواضع، حسن ظن، عفو، صبر، عدل و احسان، ایفائے عہد، صلہ رحمی اور دوسروں سے حسن سلوک کے احکام ایسی صورتحال کا سدّ باب کرتے ہیں جن میں ایک فرد کے کسی دوسرے سے توہین آمیز رویہ اختیار کرنے کی نوبت آئے۔ پھر اس پر مستزاد قرآن کریم ان سب امکانات سے اجتناب کی بھی تعلیم دیتا ہے جو عملاً افراد کی توہین کا باعث بنتے ہیں یعنی بدگمانی، عیب جوئی، برے ناموں سے پکارنا، تحقیر و تمسخر، حسد، غیبت، جھوٹ، جھوٹی گواہی اور بغیر علم کے کسی بات کا کرنا۔ ان دونوں جہتوں سے قرآن کریم نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے کا انتظام کیا ہے جس میں افراد باہم امن و آشتی اور صلح صفائی سے رہیں اور ایک دوسرے کی عزت واحترام کریں۔

انبیاء کی توہین کا معاملہ

شق دوم کے بارے میں قرآنی تعلیم کے دو پہلو ہیں۔ اول قرآن کریم خدائے خبیر کی جانب سے یہ خبر دیتا ہے کہ خدا کے فرستادے، چنندہ اور اپنے دور کے بہترین وجود ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے مخاطب ان کو جھٹلاتے، مخالفت کرتے اور تمسخر سے پیش آتے ہیں اور یوں ہر طرح توہین آمیز سلوک روا رکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ مضمون بار بار آیا ہے مثلاً:

انبیاء کی تکذیب:

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا۔ کُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا کَذَّبُوْهُ (المومنون:45)

ترجمہ: پرہم نے پے درپے اپنے رسول بھیجے جب بھی کسی امت کی طرف اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔

انبیاء کی مخالفت:

وَكَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ (الفرقان:32)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرموں میں سے دشمن بنادئے ہیں۔

انبیاء کو جادوگر اور دیوانہ کہا جانا:

کَذٰلِکَ مَا اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (الذاریت:53)

ترجمہ: اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف بھی کبھی کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا کہ یہ ایک جادوگر یا دیوانہ ہے۔

انبیاء سے استہزاء:

i۔ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ (الزخرف:8)

ترجمہ: اور کوئی نبی ان کے پاس نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ تمسخر کیا کرتے تھے۔

ii۔ یَا حَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ (سورۃ یٰسین:31)

ترجمہ: وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

دوسرے: اب چونکہ انبیاء کے لئے یہ صورتحال ایک طرح سے مقدر ہے اور کسی کے لئے اس سے مفر نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور سب نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گزشتہ خبروں کے ذریعہ اس آگے آنے ولی صورتحال سے قبل از وقت آگاہ فرمادیا۔ اور اس سب پر صبر اور درگزر کا حکم دیا اور یہ تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ ان توہین کرنے والوں کو اس جرم کی قرار واقعی سزا دے گا اور یہ کہ اللہ ہی کافی ہے۔ ایسی چند آیات درج ذیل ہیں:

i۔ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ (الانبیاء:42)

ترجمہ: اور رسولوں سے تجھ سے پہلے بھی تمسخر کیا گیا پس ان کو جنہوں نے ان (رسولوں) سے تمسخر کیا انہی باتوں نے گھیر لیا جس سے وہ تمسخر کرتے تھے۔

ii۔ وَلَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا کُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰی اَتٰهُمْ نَصْرُنَا۔ (الانعام:35)

ترجمہ: اور یقیناً تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے تھے اور انہوں نے اس پر کہ وہ جھٹلائے گئے اور بہت ستائے گئے صبر کیا یہاں تک کہ ان تک ہماری مدد آن پہنچی۔

iii۔ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ (الفجر:15)

ترجمہ: یقیناً ہم استہزاء کرنے والوں کے مقابل پر تجھے بہت کافی ہیں۔

iv۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ۔ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ۔ (الحجر:98-100)

ترجمہ: اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ تیرا سینہ ان باتوں سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں پس اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا اور اپنے ربّ کی عبادت کرتا چلا جا یہاں تک کہ تجھے یقین آجائے۔

v۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَکُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ (النمل:71)

ترجمہ: اور ان پر غم نہ کر اور کسی تنگی میں مبتلا نہ ہو اس کے باعث جو وہ مکر کرتے ہیں۔

vi۔ فَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ (یسین:77)

ترجمہ: پس تجھے ان کی بات غم میں مبتلا نہ کرے۔ یقیناً ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

vii۔ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ (الاعراف: 200)

ترجمہ: عفو اختیار کر اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر۔

viii۔ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا (المزمّل:11)

ترجمہ: اور صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور ان سے اچھے رنگ میں جدا ہو جا۔

ix۔ وَ لَا تُطِعِ الْکَافِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰهُمْ وَ تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ۔ وَ کَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا۔ (سورۃ الاحزاب:49)

ترجمہ: اور ان (کافروں اور منافقوں) کی ایذا رسانی کو نظر انداز کردے اور اللہ پر توکل کر اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ سورہ احزاب 5 ہجری میں مدینہ میں اس وقت نازل ہوئی جب کہ یہاں آنحضرت ﷺ کی سربراہی میں اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔

تیسرے یہ کھلی تکذیب و تمسخر کے واقعات مومنوں کی جماعت کو بھی دکھی کرتے تھے اس لئے آنحضور ﷺ کو دیئے گئے مندرجہ بالا احکامات بالواسطہ طور پر ان مومنوں کو بھی ان پر صبر، درگزر اور خدا سے لو لگانے اور اس کی تائید میں دعاؤں کی یاد دہانی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم نے اس صورتحال سے پہنچنے والی تکلیف سے بچاؤ کے لئے مومنوں کو اجتناب اور اعراض کا حکم بھی دیا جیسا کہ درج ذیل

آیات سے ظاہر ہے:

i۔ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَءُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ (النساء: 141)

ترجمہ: اور اس نے تم پر اس کتاب میں یہ (حکم) اتار چھوڑا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے یا ان سے تمسخر کیا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ اس کے سوا کسی اور بات میں مصروف ہو جائیں۔

ii۔ وَاِذَا سَمِعُوْا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ (القصص:56)

ترجمہ: اور جب وہ کسی لغو بات کو سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کی طرف رغبت نہیں رکھتے۔

توہین خداوندی

اس بارہ میں قرآن کریم کی تعلیم تورات کی تعلیم سے جدا ہے۔ اور انسانی فطرت کے عین مطابق۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کو انسانوں کی محبت کا مرکز بنانے کے لئے قرآن کریم میں اپنے وجود پر دلائل اور اپنے حسن اور احسان کا بکثرت ذکر فرمایا ہے اور مثبت طور پر انسانوں کو اپنی طرف مائل کیا ہے۔

ترغیب کی اس راہ کے ساتھ قرآن کریم نے مومنوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ کسی مشرک کو از خود یہ موقع فراہم نہ کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ وجود کو جوابی سب وشتم کا نشانہ بنائے چنانچہ حکم ہے کہ:

وَلَا تَسُبُّوْا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام:109)

ترجمہ: اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔

پھر چونکہ اللہ کی شان میں سب سے بڑی گستاخی اس کا شریک ٹھہرانا ہے اس لئے اس سے روکنے کے لئے بطور انذار یہ تنبیہ فرمائی کہ شرک ایک ایسا گناہ ہے جو نا قابل معافی ہے جیسا کہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا (سورة النساء: 49)

ترجمہ: یقیناً اللہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ سب کچھ معاف کر دے گا جس کے لئے وہ چاہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ افتراء کیا ہے۔

یوں مختصراً توہین کے حوالے سے قرآنی تعلیم یہی ٹھہرتی ہے کہ ترغیب، تحریص اور انذار کے ذریعہ لوگوں کو اس سے روکا جائے اور اگر کوئی اپنی بدنیتی کے ہاتھوں اللہ کے کسی رسول یا خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرے تو اس معاملہ پر صبر، درگزر، اعراض اور اجتناب کر کے اسے حوالہ بخدا کیا جائے جو خود اس جرم کی سزا دے گا۔

قرآن کریم میں توہین رسالت کی کوئی دنیوی سزا مذکور نہیں

قرآن کریم میں انبیاء کے مخاطبین کے تین گروہوں کا ذکر ہے کافر، منافق اور مومن۔

کافر نبی کے انکاری ہوتے ہیں اور اسے اور اس کے ماننے والوں پر ظلم وزیادتی کی راہ اپناتے ہیں۔ ان کفار نے آنحضرت ﷺ کی ہر طرح توہین کی۔ آپ کو برا بھلا کہا، آپ کا نام بگاڑا، آپ کو پتھر مارے، آپ کے سر مبارک پر راکھ پھینکی آپ کے جسم مبارک پر بحالت سجدہ اونٹ کی آلائش رکھی۔ ان توہین کرنے والوں کے لئے قرآن کریم میں کوئی سزا بیان نہیں ہوئی اور صرف ان سے درگزر کرنے، اعراض کرنے، معاف کرنے اور صبر کرنے کی تعلیم دی گئی۔

منافق حالت کفر اور ایمان کے بین بین ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے وقت ان منافقین کا سردار عبداللہ بن اُبیّ تھا جس نے آنحضرت ﷺ کی توہین میں ایک بہت بری بات کہی جسے قرآن کریم نے بھی دہرایا۔ لیکن ان منافقین کے لئے بھی کسی سزا کا حکم نہیں دیا۔ اور آنحضور ﷺ کو یہی ارشاد ہوا کہ ان (کافروں اور منافقین) کی ایذا دہی کو نظر انداز کر دے اور اللہ پر توکل کر۔ (احزاب 49:33)

تیسرا گروہ مومنین کا ہے۔ ان میں ہر طرح کے لوگ ہیں۔ وہ بھی جن کے بارے میں قرآن نے گواہی دی کہ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں (التوبہ:100) اور وہ بھی جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ تو کہو کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا (الحجرات:15) یہ گروہ بعض اوقات احکام الٰہی پر عمل میں سستی کرتا اور اس طرح نافرمانی کر کے گستاخی کا مرتکب ہوتا۔ ان پر بعض دفعہ آنحضور ؐ نارا ضگی کا اظہار بھی فرماتے جیسے ایک بار نماز فجر میں نہ آنے والوں پر آگ کی سزا کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن عملاً انہیں بھی معاف کئے رکھا۔

قرآن کریم نے ان تینوں ممکنہ گروہوں میں سے کسی کے لئے توہین رسالت کی کوئی دنیوی سزا کا حکم نہیں دیا اور ان سب مجرمین کے لئے ایک ہی سزا مقرر فرمائی ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (الاحزاب:58)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اور اس نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔

مندرجہ بالا مضمون سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم میں توہین رسالت کی کوئی دنیوی سزا مذکور نہیں۔ پھر بھی بعض حلقوں میں اس کے برخلاف اظہار رائے ہوتا ہے اور توہین رسالت کے لئے سزائے موت کے حق میں قرآن کریم کی درج ذیل آیت پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب نے اپنی ویب سائٹ پر یہی آیت درج کی ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْتُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (المائدہ:34)

ترجمہ: یقیناً ان لوگوں کی جزا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں سختی سے قتل کیا جائے یا دار پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں میں کاٹ دیئے جائیں یا انہیں دیس نکالا دے دیا جائے۔

لیکن اس آیت کا سادہ مطالعہ بھی اس حقیقت کو روشن کر دیتا ہے کہ اس کا توہین رسالت اور اس کی سزا سے کوئی بھی تعلق نہیں بلکہ یہ سزائیں واضح طور پر اسلام کے خلاف جنگ کرنے والوں کے بارے میں ہیں۔

اس موضوع پر روزنامہ جنگ کراچی میں 28 نومبر 2010ء میں شائع ہونے والے ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی صاحبہ کے مضمون میں 'قانون توہین رسالت قرآن کی روشنی میں' کے ذیلی عنوان کے تحت جو آیات درج ہیں ان میں یہی مضمون بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مذاق اڑانے، اذیت دینے، مخالفت کرنے والوں کے لئے اللہ کافی، بچانے والا، حمایت کرنے والا اور سخت گیر ہے اور وہ ان لوگوں کو رسوائی اور دردناک عذاب دے گا۔ ان آیات میں کہیں بھی یہ بیان نہیں کہ ان جرائم پر افراد یا حکومتیں دنیا میں سزائے موت یا کوئی اور سزا دیں۔

توہین کرنے والوں کے بارے میں اُسوۂ رسول ﷺ

سیرت النبیؐ کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری بخوبی یہ جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ رحمت تھے اور رحمت للعالمین کے عظیم منصب پر فائز تھے۔ آپ کا بابِ رحمت ہر خاص و عام کے لئے تھا۔ اور جس کا بھی آپ سے کوئی تعلق ہوا وہ اس رحمت سے بہرہ ور ہوا۔ اس میں دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہ تھی۔ آپ کو دکھ دینے، ستانے اور ایذا دینے والے بھی اس رحمت کے طفیل نہ صرف کسی سزا کے مستوجب نہ ہوئے بلکہ بسا اوقات انعام واکرام سے بھی نوازے گئے۔

سیرت کی کتب ایسے واقعات سے پر ہیں۔ یہ گستاخی کرنے والے ہر طرح کے لوگ تھے۔ آپ پر راکھ پھینکنے والے، راستے میں کانٹے بکھیرنے والے، پتھر مارنے والے، گلے میں پٹکا ڈال کر کھینچنے والے، زہر دینے والے، برا بھلا کہنے والے، برملا تکذیب کرنے والے، تمسخر اور ٹھٹھا کرنے والے، گھر سے بے گھر کرنے والے اور بارہا قتل کی کوشش کرنے والے یہ گستاخ مشرک، کفار اور یہودی تھے اور مسلمان منافقین بھی۔ گستاخی کے ان واقعات میں سے ایک کا قرآن کریم میں یوں ذکر ہے:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (المنافقون:09)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹیں گے تو ضرور وہ جو سب سے زیادہ معزز ہے اسے جو سب سے زیادہ ذلیل ہے اس میں نکال باہر کرے گا۔

یہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ معزز کہنے والا عبداللہ بن اُبی تھا اور وہ جن کو ان الفاظ میں مدینہ سے نکال باہر کرنے کی بات کر رہا تھا وہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔

گستاخی اور توہین کے اس بدترین اظہار کے بعد بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے نہ صرف اس شخص کو کوئی سزا نہ دی بلکہ اس پر رحمت کی نظر رکھی اور جب یہ شخص فوت ہوا تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کی برخلاف گزارشکے باوجود اس کا جنازہ پڑھایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد۔ اپنی توہین کرنے والوں سے آنحضرت ﷺ کا یہ سلوک جہاں آپ کی رحمت کا آئینہ دار تھا وہیں ان قرآنی ہدایات پر بہترین عمل تھا جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عفو و درگزر کا حکم دیا تھا۔ اور تیسری طرف یہ امت مسلمہ کے لئے اس قسم کے گستاخوں سے نپٹنے کے لئے عظیم الشان اسوہ حسنہ تھا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرکے نازل ہونے والے احکامات مومنین کے لئے بھی تھے۔ اور ان احکامات پر عمل کے لئے جس برداشت اور حوصلہ کی ضرورت تھی وہ اس عظیم اسوہ کو دیکھ کر ہی ممکن تھا۔

آنحضرت ﷺ نے توہین کرنے والوں کو کوئی سزا نہیں دی۔

اس اسوہ کو دیکھ کر بھی بعض ایسی روایات پیش کی جاتی ہیں کہ گویا آنحضرتؐ نے بعض افراد کو اس لئے قتل کروادیا کہ انہوں نے آپ کی شان میں گستاخی کی تھی یا بعض صحابہ نے از خود یا آپ کی اجازت سے بعض ایسے گستاخوں کو قتل کیا اور آپؐ اس پر راضی رہے۔

ان واقعات کی روایت اور درایت کے مسلمہ اصولوں کے تحت کیا حقیقت ہے؟ یہ ایک علمی بحث ہے جس میں پڑے بغیر یہ سوال نمایاں طور پر درپیش ہیں کہ:

1- کیا آنحضرت ﷺ کوئی ایسا طرز عمل اختیار کر سکتے تھے جو کہ ان احکامات الٰہی کے برخلاف ہو جو تواتر سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان حالات میں اعراض، درگزر، عفو اور صبر کرنے کے لئے دیئے؟

2- کیا آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں ایسا متضاد رویہ ممکن ہے کہ اپنی پوری حیات طیبہ میں آپ بیشتر گستاخوں کے ساتھ رحم دل، شفیق اور معاف کرنے والے وجود رہیں لیکن ایسے چند افراد سے آپ اس کے برخلاف سلوک فرمائیں؟

حقیقت یہ ہے کہ ان چند واقعات میں آنحضرت ﷺ کے سخت رویہ کا سبب توہین رسالت نہیں بلکہ بعض دیگر ایسے جرائم تھے جو نظم حکومت یا مسلمانوں کے مجموعی وقار کو نقصان پہنچانے کے سبب قابل تعزیر تھے۔ مثلاً یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضور ﷺ نے عام معافی کے اعلان کے ساتھ بعض گستاخانِ رسولؐ کے بارے میں یہ حکم بھی دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے خواہ یہ خانہ کعبہ کے پردے میں بھی لپٹ جائیں۔ مختلف کتب میں ان افراد کی تعداد ایک سے 15 تک ذکر ہوئی ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ میں اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

'محدثانہ تنقید کی رو سے یہ بیان صحیح نہیں۔ اس جرم کا مجرم تو سارا مکہ تھا۔ قریش میں سے (بجز دو چار کے) کون تھا جس نے آنحضرت ﷺ کو سخت سے سخت ایذائیں نہیں دیں۔ بایں ہمہ ان ہی لوگوں کو یہ مژدہ سنایا گیا کہ اَنْتُمُ الطُّلَقَآءِ۔ جن لوگوں کا قتل بیان کیا جاتا ہے وہ نسبتاً کم درجہ کے مجرم تھے۔'

'اگر درایت پر قناعت نہ کی جائے تو روایت کے لحاظ سے بھی یہ واقعہ ناقابل اعتبار رہ جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں صرف ابن خطل کا قتل مذکور ہے اور یہ عموماً مسلّم ہے کہ وہ قصاص میں قتل کیا گیا۔ مقیس کا قتل بھی شرعی قصاص تھا۔ باقی جن لوگوں کی نسبت حکم قتل کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ کسی زمانہ میں آنحضرت ﷺ کو ستایا کرتے تھے وہ روایتیں صرف ابن اسحاق تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں یعنی اصول حدیث کی رو سے وہ روایت منقطع ہے جو قابل اعتبار نہیں۔'

'سب سے معتبر روایت جو اس بارہ میں پیش کی جاسکتی ہے وہ ابوداؤد کی روایت ہے جن میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ چار شخصوں کو کہیں امن نہیں دیا جاسکتا۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو نقل کرکے لکھا ہے کہ اس روایت کی سند جیسی چاہیے مجھ کو نہیں ملی۔'

علامہ سید سلیمان ندوی نے اس روایت پر اپنے توضیحی حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے:

'ابن خطل اور ابن حبابہ دونوں خونی مجرم تھے۔ ابن خطل جو اسلام لاچکا تھا اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کرکے مرتد ہو گیا تھا۔'

(سیرت النبیؐ حصہ اول و دوم از علامہ شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی صفحہ 301 اور 302 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

ان چند اور روایات کو جن میں گستاخی رسول کے نتیجہ میں ہلاکتوں کا مضمون ملتا ہے اسی طرح پرکھا جاسکتا ہے۔ اس سارے معاملہ میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی بہترین رہنمائی ہے۔

'آپؐ نے کبھی اپنی ذات کی خاطر اپنے اوپر ہونے والی کسی زیادتی کا انتقام نہیں لیا'۔(صحیح مسلم کتاب الفضائل)

پاکستان میں اس قانون کا نفاذ

مذہب کو سیاست کے لئے استعمال کرنے کی اپنی پالیسی کے تحت جنرل ضیاءالحق نے 1986ء میں Pakistan Penal Code میں دفعہ 295-C کا اضافہ کر کے قانون توہین رسالت کا نفاذ کیا اور اس جرم کی سزا موت یا عمر قید تجویز کی۔ اکتوبر 1990ء میں فیڈرل شریعت کورٹ نے حکومت کو ہدایت کی کہ اس جرم کی سزا صرف موت ہے اس لئے عمر قید کی متبادل سزا غیر اسلامی ہے اور اسے قانون سے حذف کر دیا جائے۔ نواز شریف حکومت نے 1991ء میں اس میں تبدیلی کے لئے اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جو 1995ء میں منظور ہوا اور اس وقت سے یہی قانون ہے۔

قانون توہین رسالت پر عمل در آمد

1927ء میں انڈین پینل کوڈ میں مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کو جرم قرار دیا گیا۔ اس وقت سے 1986ء تک جب پاکستان میں 295-C کو قانون کا حصہ بنایا گیا۔ ان ساٹھ سالوں میں توہین رسالت کے صرف دس مقدمات رجسٹر ہوئے جبکہ ایک اخبار کے اداریہ بعنوان 'توہین رسالت کا فسادی قانون' کے مطابق

'1986ء سے 2009ء تک 23 سالوں کے دوران 964 افراد کو ملزم کیا گیا۔ جن میں سے 479 مسلمان، 340 قادیانی، 19 عیسائی، 14 ہندو اور 10 دیگر تھے'۔(اخبار بزنس ریکارڈر 27 نومبر 2010ء)

ان مقدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے آئی-اے رحمان صاحب نے لکھا (ترجمہ)

'سیکشن 295C کے غلط استعمال کے خطرات جلد سچے ثابت ہوئے۔ زیادہ تر عیسائیوں اور احمدیوں کے خلاف توہین رسالت کے الزامات کی بوچھاڑ سے لگا کہ قانون یہ جرائم پیدا کر رہا ہے جو پہلے شاذ و نادر تھے۔ تین بدنما حقائق کھل کر سامنے آ گئے۔

(الف) بکثرت اس قانون کو کاروباری رقابت، جائیداد ہتھیانے یا کسی ذاتی انتقام کے لئے استعمال کیا گیا۔

(ب) کئی مولویوں نے بے کس لوگوں کے خلاف FIR درج کروانا ایک نفع بخش کاروبار کے طور پر اپنا لیا۔

(ج) قدامت پرستوں نے عدالتوں کا گھیراؤ کر کے عدلیہ کو دباؤ میں رکھا'۔(ڈان انگریزی 25 نومبر 2010ء)

اس مضمون کا ایک اور جملہ ہے 'کئی سالوں سے 295-C فرقہ پرست جنگجوؤں کے ہاتھوں میں ایک ہتھیار بن چکا ہے'۔

کئی سال پہلے ایمنسٹی انٹرنیشنل کی بھی یہی رائے تھی (ترجمہ) ''ان بیشتر مقدمات کا باعث ملزمان کی توہین آمیز حرکات نہیں بلکہ اقلیتی جماعتوں کے افراد سے نفرت اور ان سے ذاتی دشمنی، پیشہ ورانہ رقابت اور معاشی چپقلش ہیں''۔(Washington Post, May 19, 2002)

اس قانون کے تحت ہزار کے قریب دائر مقدمات کی صفائی میں وزارت داخلہ کی ایک حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ:

''توہین رسالت کا قانون غلط استعمال نہیں ہوا کیونکہ کسی ملزم کو عملاً سزائے موت نہیں ہوئی۔''(دی نیوز یکم دسمبر 2010ء)

اس بیان صفائی میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اس الزام میں کتنے بے گناہ اپنی زندگیوں کے کتنے قیمتی سال بے جا طور پر جیلوں میں بند رہے اور کتنے اب بھی جرمِ بے گناہی کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اور نہ یہ بتایا گیا کہ ان عدالتوں سے رہائی پانے والے 32 افراد ماورائے قانون قتل کئے گئے۔ تاہم اس اعتراف سے یہ ضرور ظاہر ہے کہ یہ مقدمات بے بنیاد تھے اور ان میں ایسے ثبوت مہیا نہ تھے جو ملزموں کو سزاوار کرتے۔

توہین سے متعلق قانون کا غلط استعمال کوئی نئی بات نہیں۔ تورات میں اللہ تعالیٰ کی توہین قابل تعزیر تھی۔ اس قانون کے بد استعمال کا ایک واقعہ تورات میں یوں بیان ہوا ہے کہ ایک شخص کسی سے زمین کا ایک ٹکڑا خریدنے میں ناکام رہا تو اس کی بیوی نے زمین کے مالک کے خلاف سازش کی اور دو افراد کو مقرر کیا کہ وہ اس کے خلاف گواہی دیں کہ اس نے خدا پر لعنت کی ہے۔ اس گواہی پر لوگوں نے اس شخص کو سنگسار کر کے مار دیا تب زمین کے متلاشی نے مرنے والے کی زمین پر قبضہ کر لیا۔(سلاطین 1- باب 21)

اس قانون کی آڑ لے کر ہی یہودی فریسیوں نے حضرت عیسیٰؑ کا انکار کیا اور ان کے اپنے بارے میں یہ کہنے پر کہ 'تم ابن آدم کو قادر مطلق کی داہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے۔ انہیں اللہ کی توہین کا مجرم قرار دیا اور قتل کا سزاوار جانا۔ چنانچہ انجیل میں لکھا ہے کہ اس پر سردار کاہن نے اپنے کپڑے پھاڑے اور کہا:

'دیکھو تم نے ابھی یہ کفر سنا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا وہ قتل کے لائق ہے'۔(متی 26:64)

مسئلہ کے حل کے صحیح طریق

آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ صاحبِ قاب قوسین، سید الرسل، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، سراج منیر اور قیامت تک کے لئے تمام بنی نوع انسان کے لئے اللہ کے رسول اور فرستادہ ہیں۔ آپؐ کی عظمت کا بیان ممکن نہیں کہ آپ اس کائنات کی پیدائش کا باعث ہیں۔ آپؐ کے بارے میں بار بار یہ بیان اور اس کا چرچا کہ کسی حقیر، ناچیز اور لاشے مرد یا عورت نے ملک کے کسی گاؤں یا قصبہ میں اس عظیم الشان وجود کی توہین کر دی ہے کیسی عجیب اور انہونی بات ہے۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ لوگ تو چاند کی توہین کی کوشش بھی کرتے ہیں لیکن کیا یہ ممکن ہے؟ یا ایسی حرکت خود چاند پر تھوکنے والے کے چہرے کو آلودہ کرتی ہے؟

قرآن کریم کی یہ تعلیم ہے کہ ایسی باتیں کرنے والوں سے اعراض کیا جائے۔ یہ اعراض ایسی فضول باتوں کے ساتھ کہنے والوں کی بھی نفی ہے اور اس سے ان کی اہمیت جاتی رہتی ہے اور بات کرنے والا خود ہی خجل ہو کر اسے ترک کر دیتا ہے۔

قرآن کریم میں یہ ارشاد ہے کہ یقیناً بھلائی برائی کو دور کر دیتی ہے (ھود 11:115) بظاہر اس آیت کے تابع توہین رسالت کے حوالے سے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ ارشاد خوب ہے کہ 'وہ مذمم کہہ کر مجھے لعنت ملامت کرتے ہیں حالانکہ میرا نام محمدؐ ہے'۔(بخاری کتاب المناقب)

یہ ارشاد مومنوں کو یہ درس دیتا ہے کہ جب مخالف نادانی اور شرارت سے آپ ؐ کی توہین کی کوشش کریں تو اس کا جواب آنحضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کا بیان ہے جس کا علم مخالف کو آپ کی تعریف پر مجبور کر دے گا۔ پس مخالفین کے دلوں میں چھائے اندھیروں کو دور کرنے کے لئے سیرت محمدیہ کی روشنی کو بکثرت عام کرنا اور لاعلموں کو آپ ؐ کی روشن ترین سیرت سے آگاہ کرنا اس مسئلہ کا ایک حقیقی اور مستقل حل ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ امن وسلامتی کے پیغامبر تھے۔ آپ کو مجبوراً دشمنوں کے حملوں کے جواب میں جنگی کارروائی کرنی پڑی ورنہ آپ نے کسی کے خلاف از خود تلوار نہیں اٹھائی۔ آپ کی پیش خبری کے عین مطابق ظاہر ہونے والے امام مہدی اور مسیح موعود نے یَضَعُ الْحَرْبَ کی خبر کے مطابق آج تلوار کے جہاد کے التوا اور دنیا کو قلم سے فتح کرنے کا اعلان فرمایا۔ یہ خدائی فیصلہ تھا اور اس پر عمل دنیا کے امن و سکون کا ضامن۔ اور یہی وہ طریق تھا کہ جو آنحضرت ﷺ پر بے جا الزام تراشی کرنے والوں کا منہ بند کر کے توہین رسالت کا سلسلہ مسدود کر سکتا تھا۔ لیکن افسوس اس آسمانی فیصلہ کی خلاف ورزی کی گئی اور جنگ کی راہ اپنائی گئی جس نے تشدد، خودکش حملوں، بم دھماکوں اور قتل وغارت کا بازار گرم کر کے دشمنوں کو اسلام، مسلمانوں اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف زبان درازی اور توہین پر اکسایا۔ اس راستہ کو ترک کرنا بھی توہین رسالت کی ان کوششوں کے خاتمہ کی راہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا توہین رسالت کرنے والوں سے اعراض

قرآنی تعلیم کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دور میں آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے والوں سے اعراض کا طریق رکھا۔ ایک آریہ پنڈت لیکھرام جو آنحضورؐ کے خلاف دشنام دہی کرتا تھا ایک سفر میں آپ کو ملا اور دوبار آپ کو سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہ دیا اور بعد میں فرمایا 'ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کہتا ہے'۔

آریوں کی منعقدہ ایک مجلس میں جس میں آپ کے ساتھیوں کو دعوت دے کر بلایا گیا تھا مقررین نے آنحضور ﷺ کے بارہ میں نازیبا کلمات کہے۔ آپ کو علم ہوا تو آپ اپنے ساتھیوں پر سخت ناراض ہوئے کہ ایسی مجلس سے کیوں فوراً اُٹھ کر نہیں آئے۔ اس بارہ میں آپ کے دلی احساسات کا درج ذیل تحریر سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے:

جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہوکر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو برے الفاظ میں یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ (پیغام صلح روحانی خزائن جلد 23صفحہ 458)

حضرت مسیح موعودؑ کا توہین رسالت کا غم اپنی جان پر لینا

توہین رسالت کی ہر ناپاک کوشش مومنوں کے دل کو شدید صدمہ پہنچاتی ہے۔ اس صدمہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس طرح اپنی جان پر لیا، وہ آپ کی درج ذیل تحریروں سے خوب روشن ہے اور سب مومنوں کے لئے ایسے حالات میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

1۔ ''اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو وَاللّٰہ ثُمَّ وَاللّٰہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دُکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول ﷺ کی کی گئی، دُکھا''۔ (آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 52)

اسی طرح فرمایا:۔

2۔ '' میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھے نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک ﷺ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن وتشنیع نے جو حضرت خیر البشر ﷺ کی ذات والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم! اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاء عظیم سے نجات بخش''۔ (ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 15)

توہین رسالت کی روک تھام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گرانقدر مساعی

1۔ انگریزی حکومت کے دوران جب پادریوں نے برصغیر میں عیسائیت کے پھیلاؤ کے لئے خصوصی مہم شروع کی تو دیگر حربوں کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کے خلاف من گھڑت اور غیر مستند اسلامی کتب میں سے کمزور روایات کی بنیاد پر طعن وتشنیع کا بازار گرم کر دیا۔ موقع دیکھ کر آریہ اور ہندو پنڈت بھی میدان میں کود پڑے۔ یہ صورتحال حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں یوں تھی۔

'' ہمارے مذہبی مخالف صرف بے اصل روایات اور بے بنیاد قصوں پر بھروسہ کر کے جو ہماری کتب مسلمہ اور مقبولہ کی رو سے ہرگز ثابت نہیں ہیں بلکہ منافقوں کی مفتریات ہیں ہمارا دل دکھاتے ہیں اور ایسی باتوں سے ہمارے سید ومولیٰ نبی ﷺ کی ہتک کرتے ہیں اور گالیوں تک نوبت پہنچاتے ہیں جن کا ہماری معتبر کتابوں میں نام ونشان نہیں۔'' (آریہ دھرم بحوالہ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 84)

1۔ اگر مخالفین کو اس بات کا پابند کیا جاسکتا کہ وہ اپنے اعتراضات صحاح ستہ اور دیگر مستند کتابوں تک محدود رکھیں تو توہین رسالت کے اس سیلاب کی روک تھام ممکن ہوسکتی تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے 22 ستمبر 1895ء کو 704 افراد کے دستخطوں کے ساتھ ایک نوٹس دیا اور وائسرائے ہند سے درخواست کی کہ تعزیرات ہند کی دفعہ 298 جس کے تحت سوچ بچار کر مذہب کی نسبت کسی شخص کا دل دکھانے کی نیت سے کوئی بات کہنا یا کوئی آواز نکالنا قابل تعزیر جرم تھا میں توسیع کرتے ہوئے یہ قانون پاس کرے کہ آئندہ مذہبی مباحثات میں ہر فرقہ پابند ہوگا کہ:

اول: وہ ایسا اعتراض کسی دوسرے فرقہ پر نہ کرے جو خود اس کی الہامی کتاب یا پیشوا پر وارد ہوتا ہو۔

دوم: دوسرے فرقہ کی صرف انہی کتابوں پر اعتراض کرے جو اس کے نزدیک مُسلّم ہوں۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 538-539نیا ایڈیشن)

یہ برصغیر میں توہین رسالت کی روک تھام کے لئے پہلی بنیادی کوشش تھی۔

2۔1897ء میں ایک عیسائی نے ایک اور اشتعال انگیز کتاب ''امہات المومنین'' شائع کی۔ تو 24رفروری 1898ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی گزشتہ تحریک کو دہرایا اور ایک مزید تجویز دیتے ہوئے فرمایا:

'میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کو روکنے کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرما دے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف ان کتب کی بنا پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مُسلّم اور مقبول ہوں اور اعتراض بھی وہ کرے جو اپنی مُسلّم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے۔ اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کر سکتی تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ یہ قانون صادر فرمادے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔'(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 17 مطبوعہ 1986ء)

3۔آنحضرت ﷺ کی سچائی اور آپ کی پاکیزہ زندگی پر کئے جانے والے تمام ناپاک اعتراضات کا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں شافی جواب تحریر فرمایا ہے۔ بعض مخالفین کی افتادِ طبع کے پیش نظر آپ نے الزامی جواب بھی دیئے ہیں۔ آپ کا یہ علم کلام اس باب میں گویا حرف آخر ہے اور اس موضوع پر معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ۔

4۔حضرت مسیح موعودؑ نے صرف دشمنان اسلام کے آنحضرت ﷺ پر ناپاک اعتراضات کے جوابات ہی نہیں دیئے۔ آپ نے اپنی تحریرات و ملفوظات میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے حسن کو خوب نکھار کر دنیا کے سامنے پیش کیا اور ایک ایسی جماعت قائم فرمائی جو آپ کے بعد خلافت اسلامیہ احمدیہ کے زیر قیادت ساری دنیا میں آنحضرتؐ کی عزت و عظمت کے قیام کے لئے کوشاں ہے۔

توہین رسالت کو روکنے کے لئے جماعت احمدیہ کی مزید ٹھوس مساعی

1۔1927ء کے آخر میں ایک دریدہ دہن آریہ نے کتاب رنگیلا رسول شائع کی اور امرتسر کے ایک ہندو رسالہ ورتمان نے ایک بے حد دلآزار مضمون لکھا۔ تو جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس پر جہاں اپنے مومنانہ ردعمل کا اظہار فرمایا وہیں مومنوں کی رہنمائی بھی کی اور حکومت کو بھی اس قسم کے واقعات کی روک تھام کے لئے فوری کارروائی کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کی اس مساعی کا عام طور پر خیر مقدم کیا گیا۔ ایسا ایک تبصرہ درج ذیل ہے

" جناب امام صاحب جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت نے رنگیلا رسول کے معاملہ کو آگے بڑھایا۔ سرفروشی کی اور جیل جانے سے خوف نہیں کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب کو انصاف وعدل کی طرف مائل کیا"(اخبار مشرق گورکھپور 23ستمبر 1927ء)

2۔مقدمہ ورتمان کے فیصلہ سے قانون کا ناقص ہونا ظاہر ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ناموس پیشوایانِ مذہب کے تحفظ کے لئے ایک نیا مسودہ قانون تجویز کیا اور شملہ میں صائب الرائے لیڈروں سے اس پر تبادلہ خیالات کے بعد اسے شائع کیا۔ ہندوستان ٹائمز نے اسے نہایت اہم اور ضروری قرار دیا۔ آپ کی اس جدوجہد کے نتیجہ میں آپ کی شملہ سے واپسی کے نو دن بعد حکومت ہند ایک نیا قانون پیش کرنے پر رضامند ہو گئی اور بالآخر اسمبلی نے ایک نئی دفعہ کا اضافہ منظور کر لیا۔(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 613)

1927ء میں انڈین پینل کوڈ میں شامل کی جانے والی یہ دفعہ 295-A تھی جو اب تک موجود ہے۔

3۔قرآن وحدیث کی رہنمائی میں اس مسئلہ کے حل کے لئے آپ نے آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ کو عام کرنا تجویز کیا اور فرمایا:

''لوگوں کو آپؐ پر حملہ کرنے کی جرأت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ آپ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں یا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں دوسرے لوگ ناواقف ہیں اور اس کا ایک ہی علاج ہے جو یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیئے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپؐ کے حالات زندگی اور آپؐ کی پاکیزگی سے آگاہ ہو جائے اور کسی کو آپؐ کے متعلق زبان درازی کرنے کی جرأت نہ رہے۔''(الفضل قادیان 4مئی 1928ء)

اس مقصد کے لئے آپ نے ایک مقررہ تاریخ پر ملک بھر میں سیرت النبی ﷺ کے علمی اور ہمہ گیر جلسوں کا انعقاد کروایا۔ اخبار پیشوا دہلی نے خبر دی۔

''17رجون کو قادیانی جماعت کے زیر اہتمام تمام ہندوستان میں فخر کائنات کی سیرت پر ہندوستان کے ہر خیال اور طبقہ کے باشندوں نے لیکچر دیئے۔''(اخبار پیشوا دہلی 8/ جولائی 1928ء)

توہین رسالت کی مذموم بیرونی کوشش

جن دلوں پر قفل لگے ہوں اور آنکھیں روشن نہ ہوں وہ اپنی بدقسمتی سے آنحضرت ﷺ کے عظیم مقام اور مرتبہ سے لاعلم رہ کر آپؐ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے دور کے ایسے بدنصیبوں کی پیروی میں بعد میں بھی ایسے لوگوں نے ان مذموم کوششوں کو جاری رکھا۔ برصغیر میں انگریزوں کے دور میں عیسائی پادریوں اور آریوں نے ان حملوں میں اور بھی شدت کر دی اور رنگیلا رسول اور امہات المومنین جیسی بدنام زمانہ کتابیں لکھی گئیں اور آج سلمان رشدی اور کارٹون بنانے والوں نے اس راہ پر چل کر اپنی عاقبت خراب کی ہے۔

جوابی ردّعمل

آنحضرت ﷺ کی محبت اور تعلق کے سبب ایسے واقعہ پر دکھے دلوں کے ساتھ ملک بھر میں احتجاج کی لہر دوڑ جاتی ہے اور جلسے جلوس تقریروں اور نعروں کے ذریعہ غم وغصہ کا اظہار ہوتا ہے۔ ہڑتالیں کی جاتی ہیں کاروبار بند کئے جاتے ہیں اور اپنے ہی لوگوں کی جائیدادیں اور املاک توڑی پھوڑی اور جلائی جاتی ہیں۔ متعلقہ ملک کے بائیکاٹ اور مجرم کو سزائے موت کے مطالبات ہوتے ہیں۔ چند دن میڈیا پر بھی یہی چرچا رہتا ہے۔ سیاسی اور مذہبی لیڈر خوب بیان دیتے ہیں اور پھر خاموشی ہو جاتی ہے تاوقتیکہ پھر کوئی واقعہ ہو۔ یہ جذباتی ردّعمل صرف جوش کا اظہار ہے اور اس سے مسلمان خود اپنا نقصان کر رہے ہوتے ہیں جس سے بالواسطہ دشمن کو ہی فائدہ ہوتا ہے۔ پھر یہ مسئلہ کا حل نہیں کیونکہ برائی کو مٹانے کے لئے یہ ردّعمل اس طریق کے مطابق نہیں جو قرآن وسنت میں بتایا گیا ہے۔

''ہم سب توہین رسالت کے مجرم''

15 سال پہلے ماہنامہ حکایت لاہور میں مذکورہ بالا عنوان کے تحت ایک طویل مضمون میں لکھا گیا:۔

'بڑوں کا حکم نہ ماننا اور ان کی پند و نصیحت کو نظر انداز کرنا ان کی گستاخی اور توہین ہے......اپنے ملک میں سیاست میں، معاشرت میں، دینی حلقوں میں، سرکاری شعبوں میں، قومی سطح پر، انفرادی زندگی میں، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا وہ کون سا حکم ہے جس کی ہم پرواہ کر رہے ہیں؟ **اللہ کی بتائی ہوئی راہ سے بے راہ روی! رسول اللہ ﷺ کی رہبری سے سرکشی! یہ ہے گستاخی رسولؐ اور یہ ہے توہین رسالتؐ**'۔

(ماہانہ حکایت لاہور اکتوبر 1996ء)

مضمون میں کسی حکم کی نشاندہی نہیں کی گئی لیکن درج ذیل ایسے تین بڑے ارشادا کثر افراد کے علم میں ہیں:

i- آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا (ایک زمانہ آئے گا) ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین ہوں گے ان میں سے فتنے اٹھیں گے اور انہی میں لوٹ جائیں گے۔

(مشکوۃ کتاب العلم صفحہ38 و کنز العمال 6/43)

مگر اب عوام نے ان علماء کو نہ صرف اپنا دینی بلکہ سیاسی رہنما بنا رکھا ہے۔

ii- آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ 'جب تم مہدی کو پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف کے تودوں پر سے گزر کر جانا پڑے۔(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ30)

نیز فرمایا: جس شخص کو مسیح موعود سے ملنا نصیب ہو وہ انہیں میرا اسلام پہنچا دے۔(درِ منثور 2/405)

مگر عوام نے اس منصب کے دعویدار کی صداقت کو پرکھے بغیر اسے رد کر دیا اور اس کے انکار کو اپنے ایمان کی شرط بنا لیا۔

iii- آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ 'میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی لیکن ایک فرقہ کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے'۔ (ترمذی کتاب الایمان)

پاکستان کی قومی اسمبلی نے 1974ء میں اس سے بالکل اُلٹ فیصلہ کیا کہ 72 درست ہیں اور ایک غلط۔

اجتماعی توہین؟

یہاں یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ جس طرح نافرمان بیٹے اپنی حرکتوں کی وجہ سے اپنے والد کی بدنامی کا باعث ہوتے ہیں اس وقت آنحضرت ﷺ کے نام لیوا جس طرز زندگی کو اپنائے ہوئے ہیں وہ اس تعلیم اور طریق کے مطابق نہیں جو آپؐ نے عطا فرمایا۔ آپ نے امن وآشتی کی تعلیم دی۔ آپؐ نے مذہبی رواداری کی عظیم مثالیں قائم فرمائیں۔ آپؐ نے تعاون اور امداد باہمی کا درس دیا جبکہ آج آپؐ کے نام پر ملک میں فساد، دہشتگردی، خودکش حملوں کے ذریعہ بے گناہ انسانوں کی موت کا سامان عام ہے۔ تعصب اور تنگ نظری کا چلن ہے، رواداری کا فقدان ہے اور عقیدہ کا اختلاف اہلیت پر مقدم اور حق چھین لینا جائز قرار پایا ہے۔ آپؐ نے ہر مومن مرد و عورت کو حصول علم کا حکم دیا جبکہ ملک میں جہالت عام ہے۔ آپؐ نے انصاف کی تعلیم دی اور قرآن نے فرمایا کہ کسی قوم کی دشمنی بھی ناانصافی کا باعث نہیں ہونی چاہئے جبکہ ملک میں انصاف ناپید ہے۔ بسا اوقات انصاف کے متلاشی اس تلاش کو اگلی نسل کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ غربت انسان کو کفر کے قریب کر دیتی ہے اور ملک کی 40 فیصد آبادی غربت کی آخری سطح سے بھی نیچے زندگی گزار رہی ہے اور انہیں تین وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔ باقی ضروریات زندگی تو ایک خواب ہی ہیں۔

کیا آنحضرت ﷺ کے نام لیواؤں کی یہ جہالت، ناانصافی اور غربت آپؐ کی توہین نہیں؟

راہ محبت

توہین رسالت کے واقعات پر غم وغصہ کا اظہار اور جان لینے اور دینے کی باتیں اس محبت کے سبب ہوتی ہیں جو مومن اپنے دل میں اپنے پیارے رسول ﷺ سے رکھتے ہیں۔ لیکن اس طرح محبت کے اظہار میں کئی پہلو تشنہ عمل رہ جاتے ہیں۔ محبت تو اپنے آپ کو محبوب کے رنگ میں ڈھالنے کا نام ہے۔ انہی معنوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا عبد بننے کے لئے تخلیق فرمایا اور اسے اللہ کا رنگ اپنانے کا حکم دیا کہ وہ ان صفات حسنہ کا پرتو اپنے وجود میں پیدا کرے اور روحانی ترقی کرتا جائے۔ آنحضرت ﷺ اس سفر کے وہ مسافر تھے جو قرب الٰہی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچے اور صفات الٰہیہ کے مظہر اتم ٹھہرے۔ ہم جو آپؐ کے نام لیوا ہیں اور آپ سے محبت رکھتے ہیں ہمارے لئے یہی راستہ ہے کہ ہم اس محبت کے اظہار میں آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور اسوہ حسنہ کو اپنائیں اور انہیں اپنی زندگی میں جاری کرکے خود بھی روحانی ترقی حاصل کریں اور توہین رسالت کی ہر بے جا کوشش پر اسی محبت کے ناطے آپ پر بکثرت درود پڑھ کر اپنے درد و رنج کو بھلانے کی کوشش کریں تا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر رحمتوں کی بارشیں فرمائے اور دشمن کی ہفوات مٹی میں مل جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد ہمارے لئے نشان راہ ہے۔

''تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اُس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد19 صفحہ13)

اللہ کرے کہ ہم اپنے آقا ومولیٰ حضرت محمد ﷺ سے اپنی محبت کا عملی اظہار کرنے کی توفیق پائیں تا کہ ہمارے وجود نورِ محمدی سے روشنی پائیں اور ہم اس روشنی سے محروم انسانیت کو بھی راستہ دکھانے والے ہوں اور ہمارا شمار دنیا کو امن وسلامتی دینے والوں میں ہو نہ کہ اس کے برخلاف۔ آمین

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

(درثمین)

✿✿✿✿✿✿

(الفضل انٹرنیشنل ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ تا ۷ جنوری ۲۰۱۱)